e-ISSN: 2790-8208
p-ISSN: 2790-8194

TANAZUR (Research Journal)
e-ISSN: 2790-8208 p-ISSN: 2790-8194
Volume 05, Issue 01, January-March 2024
Published by: IRRP, PAKISTAN
URL: www.tanazur.com.pk

تفسیری روایات کی تفہیم میں علامہ ابن کثیر کا اسلوب: تجزیاتی مطالعہ

A Critical Study of Allama Ibn Kathir's Methodology in the Understanding of Exegetical Narrations

Author (s)	1. **Robina Mahmud Baig** 2. **Dr. Hafiz Muhammad Waseem Abbas** *(Corresponding Author)*
Affiliation (s)	1. PhD Scholar, GIFT University, Gujranwala 181530009@gift.edu.pk 2. Assistant Professor, GIFT University, Gujranwala. waseem.abbas@gift.edu.pk

Article History:	**Received:** Feb. 21, 2024, **Reviewed:** Feb. 24, 2024, **Accepted:** Feb. 25, 2024, **Available Online:** Feb. 28, 2024
Citation:	*Robina Mahmud Baig and Hafiz Muhammad Waseem Abbas (2024),* "تفسیری روایات کی تفہیم میں علامہ ابن کثیر کا اسلوب: تجزیاتی مطالعہ - A Critical Study of Allama Ibn Kathir's Methodology in the Understanding of Exegetical Narrations.", *Tanāẓur, 5, no. 1 (2024): pp. 450-467,* *https://tanazur.com.pk/index.php/tanazur/article/view/147*

Copyright:	© The Author(s)
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest

Homepage:	http://tanazur.com.pk/index.php/tanazur/index
Article Link:	https://tanazur.com.pk/index.php/tanazur/article/view/147

TANAZUR *(Research Journal)*
e-ISSN: 2790-8208 p-ISSN: 2790-8194
Volume 05, Issue 01, January-March 2024

تفسیری روایات کی تفہیم میں علامہ ابن کثیر کا اسلوب: تجزیاتی مطالعہ

A Critical Study of Allama Ibn Kathir's Methodology in the Understanding of Exegetical Narrations

روبینہ محمود بیگ[1]　　ڈاکٹر حافظ محمد وسیم عباس[2]

Abstract

Tafsir Ibn Katheer is generally said to be the best Tafsir in terms of understanding the Qur'an. Allama Ibn Kathir during the discussion using the principles of cross-examination and modification presents the correct narrations. He declares some narrations as weak while denying the wrong and irregular narrations. While sometimes different and contradictory narrations are collected. And trying to implement, they litigate between them. Allama Ibn Kathir, being convinced of the connection and order of the Holy Qur'an, describes the interrelationship and relevance of the verses in his commentary in such a way that the Holy Qur'an appears to be a coherent and organized book. If any Surah or verse is glorified, you mention it in your commentary. Allama Ibn Kathir, while commenting on the verses containing the rulings, has described the conflicting sayings and arguments of the jurists after discussing the jurisprudential issues.

Keywords: *Holy Qur'an, Tafsir, Allama Ibn Kathir, Understanding of Qur'an, Verses*

1 پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ، پاکستان
2 اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ، پاکستان

موضوع کا تعارف:

تفسیری روایات کی نقد و جرح کے حوالے سے عام طور پر تفسیر ابن کثیر کو سب سے بہتر سے تفسیر کہا جاتا ہے۔ آثار کو سامنے رکھتے ہوئے کتب تفسیر ابن جریر طبری کے بعد تفسیر ابنِ کثیر کا درجہ ہے۔ ابن جریر طبری نے اگرچہ تمام روایات کو یکجا کیا لیکن ابنِ کثیر چونکہ محدث بھی تھے، لہٰذا انہوں نے اپنی تفسیر میں حدیث کی صحت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تفسیر میں حدیث کی صحت کا خاص خیال رکھا، اسرائیلی روایات کی نوک پلک کر کے اپنی تفسیر میں شامل کیا، اس کے برعکس دیگر مفسرین نے اس چیز کا خیال نہیں رکھا۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں جن اصولوں کو ملحوظ رکھا وہ کچھ اس طرح سے ہیں:

- تفسیر القرآن بالقرآن
- تفسیر القرآن بالسنۃ
- تفسیر القرآن باقوال الصحابہ
- تفسیر القرآن باقوال التابعین[3]

یہ مرکزی اور بنیادی اصول تفسیر ابن کثیر میں یکساں طور پر بالترتیب نظر آتے ہیں۔ آپ سلیس اور مختصر عبارت میں آیات کی تفسیر کرتے ہیں ایک آیت کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے کئی قرآنی آیات یکے بعد دیگرے پیش کرتے ہیں اور اس سے متعلق جملہ معلوم احادیث ذکر کرتے ہیں، بعد ازاں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال و آثار درج کرتے ہیں۔ اس انداز میں مثالیں ان کی تفسیر میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ سورۃ المومنون کی آیت نمبر 50 میں ہے:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ[4]

(اور ابن مریم (علیہ السلام) اور اس کی ماں کو ہم نے ایک نشان بنایا اور ان کو ایک سطح مرتفع پر رکھا جو اطمینان کی جگہ تھی اور چشمے اس میں جاری تھے۔)

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں ربوۃ سے متعلق متعدد روایات و اقوال نقل کیے ہیں اور مختلف مفاہیم بیان کیے ہیں، جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ:

ربوہ کہتے ہیں بلند زمین کو جو ہری اور پیداوار کے قابل ہو وہ جگہ گھاس پانی والی تر و تازہ اور ہری بھری تھی۔
جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس غلام اور نبی کو اور انکی صدیقہ والدہ کو جو اللہ کی بندی اور لونڈی تھیں جگہ دی تھی۔

---

[3] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت: دار الکتب العلمیة1998ء، ج:1، ص:3

[4] المؤمنون23:50

وہ جاری پانی والی صاف ستھری ہموار زمین تھی۔ کہتے ہیں یہ ٹکڑا مصر کا تھا یا دمشق کا یا فلسطین کا۔ ربوۃ ریتلی زمین کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کسی صحابی (رض) سے فرمایا تھا کہ تیرا انتقال ربوہ میں ہوگا۔ وہ ریتلی زمین میں فوت ہوئے۔ ان تمام اقوال میں زیادہ قریب قول وہ ہے کہ مراد اس سے نہر ہے جیسے اور آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے آیت قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا (مریم 19 :24) تیرے رب نے تیرے قدموں تلے ایک جاری نہر بہادی ہے۔ پس یہ مقام بیت المقدس کا مقام ہے تو گویا اس آیت کی تفسیر یہ آیت ہے اور قرآن کی تفسیر اولاً قرآن سے پھر حدیث سے پھر آثار سے کرنی چاہیے۔[5]

ان روایات اور اقوال میں سے آپ ایک مفہوم کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو الأظهر؛ لأنه المذكور في الآية الأخرى. والقرآن يفسر بعضه بعضا. وهو أولى ما يفسر به، ثم الأحاديث الصحيحة، ثم الآثار[6]

(یہ مفہوم زیادہ، واضح اور ظاہر ہے، اس لیے کہ دوسری آیت میں بھی اس کا تذکرہ ہے، اور قرآن" کے بعض حصے دوسرے حصوں کی تفسیر کرتے ہیں اور یہی سب سے عمدہ طریقہ تفسیر ہے، اس کے بعد صحیح حدیثوں کا اور ان کے بعد آثار کا نمبر آتا ہے۔)

نقد و جرح کا اسلوب:

علامہ ابن کثیر ایک بلند پایہ محدث تھے، اس لیے انہوں نے محدثانہ طریق پر یہ کتاب مرتب کی ہے اور نہایت احتیاط سے صحیح حدیثوں کے انتخاب کی کوشش کی ہے۔ وہ دوران بحث جرح و تعدیل کے اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے صحیح روایات کو نکھار کر پیش کرتے ہیں، بعض روایات کو ضعیف قرار دیتے ہیں جبکہ غلط اور فاسد روایتوں کی تردید کرتے ہیں، مثلاً:

يَوۡمَ نَطۡوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلۡكُتُبِ‌ؕ كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيۡدُهٗ‌ؕ وَعۡدًا عَلَيۡنَا‌ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيۡنَ[7]

(وہ دن جبکہ آسمان کو ہم یوں لپیٹ کر رکھ دیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیے جاتے ہیں۔ جس طرح پہلے ہم نے تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے ہمارے ذمے، اور یہ کام ہمیں بہر حال کرنا ہے۔)

---

[5] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:5، ص:477

[6] ایضاً

[7] الانبیاء 104:21

اس آیت کے بارے میں ابن عمر سے روایت ہے کہ سجل آنحضور کے ایک کاتب کا نام تھا۔اس پر تنقید کرتے ہوئے ابن کثیر تحریر کرتے ہیں :

وهذا منكر جدا من حديث نافع عن ابن عمر، لا يصح أصلا وكذلك ما تقدم عن ابن عباس، من رواية أبي داود وغيره، لا يصح أيضا. وقد صرح جماعة من الحفاظ بوضعه۔۔۔وقد تصدى الإمام أبو جعفر بن جرير للإنكارللإنكار على هذا الحديث، ورده أتم رد، وقال: لا يعرف في الصحابة أحد اسمه السجل، وكتاب النبي صلى الله عليه وسلم معروفون، وليس فيهم أحد اسمه السجل، وصدق رحمه الله في ذلك، وهو من أقوى الأدلة على نكارة هذا الحديث[8]

(یہ منکر روایت ہے اور یہ قطعاً صحیح نہیں۔ابن عباس سے بھی جو روایت بیان کی جاتی ہے، وہ ابوداؤد میں ہونے کے باوجود غلط ہے۔ حفاظ کی ایک جماعت نے اس کی وضعیت پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے اور ابن جریر نے بھی اس کا نہایت پر زور رد کیا ہے۔اس روایت کے ضعیف ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ رسول اللہ کے تمام کاتبین وحی نہایت مشہور لوگ ہیں ان کے نام معروف ہیں۔ صحابہ میں بھی کسی کا نام سجل نہ تھا۔)

اسی طرح علامہ ابن کثیر مختلف روایتوں کے متعدد طرق واسناد کا ذکر کے روات پر بھی جرح کرتے ہیں مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت 185 ملاحظہ فرمائیں:

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِيۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ[9]

(رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے بہت ساری روایات نقل کرنے کے بعد ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن المدنی کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے:

قلت: أبو معشر هو نجيح بن عبد الرحمن المدني إمام [في] المغازي، والسير، ولكن فيه ضعف[10]

اسی طرح سورہ البقرۃ کی آیت 251 دیکھیں:

وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ[11]

---

[8] ابن كثير، اسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم، ج:5، ص:383

[9] البقرة 185:2

[10] ابن كثير، اسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم، ج:1، ص:501

[11] البقرة 251:2

(اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا، تو زمین کا نظام بگڑ جاتا، لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔)

اس آیت کی تفسیر میں مختلف طرق سے ایک روایت بیان کی ہے اور یحییٰ بن سعید والی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ:

وهذا إسناد ضعيف فإن يحيى بن سعيد [هذا] هو أبو زكريا العطار الحمصي وهو ضعيف جدا[12]

(اور یہ سند ضعیف ہے۔اس میں یحیی بن سعید جو کہ ابوزکریا العطار الحمصی ہیں اور وہ رواۃ میں بہت ضعیف ہے۔)

اسی طرح سورۃ نساء کی آیت 43 میں یوں مذکور ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا[13]

(مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ یہ آیت حرمت شراب کی آیت سے منسوخ ہے اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے پاس نہ جاؤ) جب تک کہ غسل (نہ) کرلو۔)

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں سالم بن ابی حفصہ کو متروک اور ان کے شیخ عطیہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ ان دونوں کے متعلق یوں لکھتے ہیں کہ:

إنه حديث ضعيف لا يثبت؛ فإن سالما هذا متروك، وشيخه عطية ضعيف[14]

(بے شک یہ حدیث ضعیف ہے اور ثابت نہیں ہے۔ پس اس میں سالم (راوی) متروک ہیں اور ان کے شیخ عطیہ بھی ضعیف راویوں میں سے ہیں۔)

اسی سورت کی آیت نمبر 93 ملاحظہ فرمائیں:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا[15]

---

[12] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:1، ص:669

[13] النساء 43:4

[14] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:2، ص:312

[15] النساء 93:4

(اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور خدا اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیے اس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

علامہ ابن کثیر ابن مردویہ والی روایت کے متعلق (جس میں ہے کہ جان بوجھ کر ایمان دار کو مار ڈالنے والا کافر ہے) لکھتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس کی اسناد میں بہت کلام ہے:

وهذا حديث منكر أيضا، وإسناده تكلم فيه جدا[16]

(اور اسی طرح یہ حدیث منکر ہے اور اس کی اسناد میں بہت کلام موجود ہے۔)

علامہ ابن کثیر نے حدیث کے ساتھ ساتھ آثار صحابہ اور اقوال تابعین بھی کثرت سے نقل کئے ہیں لیکن ان کی صحت جانچنے کے لئے یہاں بھی انہوں نے بحث و تنقید کا معیار برقرار رکھا ہے اور ان کی تائید و تردید میں اپنی معتبر رائے کا اظہار کیا ہے مثلاً سورۃ النساء کی آیت 41 دیکھیں:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا[17]

(بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا (حال بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔)

آپ اس آیت کی تفسیر میں ابو عبداللہ قرطبی کی کتاب "تذکرہ" کے حوالے سے حضرت سعید بن مسیّب کا قول نقل کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں:

فإنه أثر، وفيه انقطاع، فإن فيه رجلا مبهما لم يسم، وهو من كلام سعيد بن المسيب لم يرفعه[18]

(یہ اثر ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اس میں ایک راوی مبہم ہے، جس کا نام ہی نہیں نیز یہ سعید بن مسیب کا قول ہے جو حدیث مرفوع بیان ہی نہیں کرتے۔)

علامہ ابن کثیر میں جرح و قدح کے ضمن میں تاریخ غلطیوں اور حوالوں کی بھی تردید کرتے ہیں، مثلاً سورۃ الانفال کی آیت نمبر 31 ملاحظہ فرمائیں:

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ[19]

---

[16] ابن كثير، اسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم، ج:2، ص:379

[17] النساء 41:4

[18] ابن كثير، اسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم، ج:2، ص:307

[19] الانفال 31:8

(اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں (یہ کلام) ہم نے سن لیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کا (کلام) ہم بھی کہہ دیں۔ اور یہ ہے ہی کیا؟ صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔)

علامہ ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ :

قتل النبي صلى الله عليه وسلم يوم بدر صبرا عقبة بن أبي معيط وطعيمة بن عدي، والنضر بن الحارث۔۔۔أنه قال:"المطعم بن عدي" "بدل طعيمة" وهو غلط؛ لأن المطعم بن عدي لم يكن حيا يوم بدر؛ ولهذا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ: "لو كان المطعم حيا، ثم سألني في هؤلاء النتنى لوهبتهم له" -يعني: الأسارى -لأنه كان قد أجار رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم رجع من الطائف[20]

(حضور نے بدر کے روز تین قیدیوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ (۱) عقبہ بن ابی معیط (۲) طعیمہ بن عدی (۳) نضر بن حارث۔ سعید بن جبیر نے ایک روایت میں طعیمہ کی بجائے مطعم بن عدی کا نام بتایا ہے۔ یہ بات غلط ہے، کیونکہ مطعم بن عدی تو بدر کے روز زندہ ہی نہیں تھا، اس لیے اس روز حضور نے فرمایا تھا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان مقتولین میں سے کسی کا سوال کرتا میں تو اس کو وہ قیدی دے دیتا۔ آپ نے یہ اس لیے فرمایا تھا کہ مطعم نے آنحضرت کو اس وقت تحفظ دیا تھا، جب آپ طائف کے ظالموں سے پیچھا چھڑا کر مکہ واپس آرہے تھے۔)

روایات واقوال میں تطبیق کا عمل:

علامہ ابن کثیر مختلف و متضاد روایات میں جمع و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے مابین محاکمہ کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ آلِ عمران کی آیت 169 دیکھیں:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ[21]

(اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔)

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

عن مسروق قال: سألنا عبد الله عن هذه الآية: {ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون} فقال: أما إنا قد سألنا عن ذلك

[20] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:4، ص:47

[21] آل عمران 169:3

فقال: "أرواحهم في جوف طير خضر لها قناديل معلقة بالعرش، تسرح من الجنة [22]

(مسروق کہتے ہیں ہم نے عبد اللہ ابن مسعود سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو حضرت عبد اللہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا: آپ نے فرمایا: شہیدوں کی روحیں پرندوں کے قالب میں ہیں اور ان کیلئے عرش کی قندیلیں ہیں۔ وہ ساری جنت میں جہاں کہیں چاہیں، کھائیں پیئیں اور قندیلیوں میں آرام کریں۔)

لیکن مسند احمد میں ہے کہ شہید لوگ جنت کے دروازے پر نہر کے کنارے سبز گنبد میں ہیں۔ صبح و شام انہیں جنت کی نعمتیں پہنچ جاتی ہیں ۔ دونوں حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ بعض شہداء وہ ہیں جن کی روحیں پرندوں کے قالب میں ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا ٹھکانہ یہ گنبد ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جنت میں سے پھرتے پھراتے یہاں جمع ہوتے ہوں اور پھر انہیں یہیں کھانے کھلائے جاتے ہوں۔ [23]

اسی طرح علامہ ابن کثیر مختلف تفسیری اقوال میں بھی تطبیق دیتے ہیں مثلاً سورۃ قصص کی آیت نمبر 85 دیکھیں:

اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ [24]

(اے پیغمبر) جس (خدا) نے تم پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے وہ تمہیں باز گشت کی جگہ لوٹا دے گا۔)

اس آیت کے تحت آپ نے کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس کے تین قول نقل کیے ہیں:

1. موت
2. جنت
3. مکہ۔

پھر آپ نے ان تینوں اقوال میں یوں تطبیق دی ہے کہ:

ووجه الجمع بين هذه الأقوال أن ابن عباس فسر ذلك تارة برجوعه إلى مكة...بالموت، وتارة بيوم القيامة الذي هو بعد الموت، وتارة بالجنة التي هي جزاؤه ومصيره على أداء رسالة الله[25]

---

[22] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:2، ص:161

[23] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:1، ص:426

[24] القصص 85:28

[25] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:6، ص:260

(مکہ کا مطلب فتح مکہ ہے جو حضور اکرم کی موت کی قربت کی دلیل ہے اور روز قیامت مراد لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہر حال موت کے بعد ہی ہو گا اور جنت اس لیے کہ تبلیغ رسالت کے صلہ میں آپ کا ٹھکانہ وہی ہو گا۔)

قرآنی آیات میں ربط و تعلق:

علامہ ابن کثیر قرآن مجید کے ربط و نظم کے قائل تھے۔ وہ اپنی تفسیر میں آیات کے باہمی تعلق اور مناسبت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قرآن پاک ایک مربوط منظم کتاب نظر آتی ہے، اس سلسلے میں متعدد مثالیں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مثلاً سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 60 دیکھیں:

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ [26]

(صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے۔ اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے) میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کردیئے گئے ہیں اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔)

علامہ ابن کثیر اس آیت کے سلسلے میں رقمطراز ہیں کہ سورۃ توبہ کی آیت 58 میں ان جاہل منافقوں کا ذکر تھا جو ذات رسول پر تقسیم صدقات کے سلسلے میں اعتراض کرتے تھے۔ اب یہاں اس آیت میں فرمایا کہ تقسیم زکوٰۃ پیغمبر کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ ہمارے بتلائے ہوئے مصارف میں ہی لگتی ہے، ہم نے خود اس کی تقسیم کردی ہے، کسی اور کے سپرد نہیں کی۔ جیسا کہ آپ اس بارے میں یوں لکھتے ہیں:

اعتراض المنافقين الجهلة على النبي صلى الله عليه وسلم ولمزهم إياه في قسم الصدقات، بين تعالى أنه هو الذي قسمها وبين حكمها، وتولى أمرها بنفسه، ولم يكل قسمها إلى أحد غيره[27]

(اوپر کی آیت میں ان جاہل منافقوں کا ذکر تھا جو ذات رسول (ﷺ) پر تقسیم صدقات میں اعتراض کر بیٹھتے تھے۔ اب یہاں اس آیت میں بیان فرمادیا کہ تقسیم زکوٰۃ پیغمبر کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ ہمارے بتائے ہوئے مصارف میں ہی لگتی ہے۔ ہم نے خود اس کی تقسیم کردی ہے کسی اور کے سپرد نہیں کی۔)

اسی طرح سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 75 کو ملاحظہ کریں:

---

[26] التوبہ 60:9

[27] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:4، ص:165

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا O خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا[28]

(ان (صفات کے) لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعاو سلام کے ساتھ ملاقات کریں گے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے۔)

آپ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں :

لما ذكر تعالى من أوصاف عباده المؤمنين ما ذكر من [هذه] الصفات الجميلة، والأفعال والأقوال الجليلة -قال بعد ذلك كله: {أولئك} أي: المتصفون بهذه {يجزون} أي: يوم القيامة {الغرفة} وهي الجنة[29]

(چونکہ خدائے رحمن نے اس سے پہلی آیات میں اپنے مومن بندوں کے پاکیزہ اوصاف اور عمدہ طور طریقوں کا ذکر کیا تھا، اس لیے اس کی مناسبت سے اس آیت میں ان اجزا کا ذکر کیا ہے۔)

قرآن مجید میں بعض مقامات پر مومن اور باطل فرقوں کیلئے اسلوب تقابل اختیار کیا گیا ہے جو اس کے منظم و مربوط ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ علامہ ابن کثیر نے یہاں بھی آیتوں کی مناسبت اور ان کا باہمی ربط بیان کیا ہے، مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 25 دیکھیں:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا ۙ قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۖ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ[30]

(اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنادو کہ ان کے لئے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، جب انہیں ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائیگا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے کے ہمشکل میوے دیئے جائیں گے اور وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔)

علامہ ابن کثیر اس آیت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں :

لما ذكر تعالى ما أعده لأعدائه من الأشقياء الكافرين به وبرسله من العذاب والنكال، عطف بذكر حال أوليائه من السعداء المؤمنين به وبرسله، الذين صدقوا إيمانهم بأعمالهم الصالحة، وهذا معنى تسمية القرآن "مثاني" على

---

[28] الفرقان 75:25

[29] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:6، ص:133

[30] البقرة 25:2

أصح أقوال العلماء، كما سنبسطه في موضعه، وهو أن يذكر الإيمان ويتبعه بذكر الكفر، أو عكسه، أو حال السعداء ثم الأشقياء، أو عكسه. وحاصله ذكر الشيء ومقابله. وأما ذكر الشيء ونظيره فذاك التشابه[31]

(چونکہ اللہ تعالی نے پہلے اپنے دشمنوں یعنی بدبخت کفار کی سزااور رسوائی کاتذکرہ کیا تھا،اس لیے اب اس کی مناسبت سے یہاں اس کے مقابلہ میں اپنے دوستوں یعنی خوش قسمت ایماندار، صالح ونیک لوگوں کے اجر کا ذکر کررہاہے اور صحیح قول کے مطابق قرآن مجید کے مثانی ہونے کا یہی مطلب ہے کہ ایمان کے ساتھ کفراور سعادت مندوں کے ساتھ بدبختوں یااس کے برعکس یعنی کفر کے ساتھ ایمان اور بدبختوں کے ساتھ سعادت مندوں کاتذکرہ کیاجائے۔اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ اگرکسی چیز کے ساتھ اس کے مقابل کاذکرکیاجائے تو یہ مثانی کہلائے گااور اگرکسی چیز کے ساتھ اسکے امثال ونظائر کاتذکرہ کیاجائے تویہ تشابہ ہوگا۔)

شانِ نزول کا اہتمام:

اگرکسی سورۃ یاآیت کاشان نزول ہے توعلامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس کاتذکرہ کرتے ہیں، مثلاًسورۃ بقرۃ کی آیت 109 دیکھیں:

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[32]

(بہت سے اہل کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لاچکنے کے بعد تم کو پھر کافر بنادیں حالانکہ ان پر حق ظاہر ہوچکاہے توتم معاف کرواور درگزر کرو یہاں تک کہ خدااپنادوسرا حکم بھیجے بیشک خداہر بات پر قادرہے۔)

علامہ ابن کثیر اس آیت کی کے ماتحت یوں لکھتے ہیں :

عن ابن عباس، قال: كان حيي بن أخطب وأبو ياسر بن أخطب من أشد يهود للعرب حسدا، إذ خصهم الله برسوله صلى الله عليه وسلم وكانا جاهدين في رد الناس عن الإسلام ما استطاعا، فأنزل الله فيهما۔۔۔عن الزهري، في قوله تعالى: {ود كثير من أهل الكتاب} قال: هو كعب بن الأشرف۔۔۔أن كعب بن الأشرف اليهودي كان شاعرا، وكان يهجو النبي صلى الله عليه وسلم. وفيه أنزل الله[33]

[31] ابن کثیر،اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم،ج:6،ص:203

[32] البقرة 109:2

[33] ابن کثیر،اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم،ج:1،ص:382

(ابن عباس سے روایت ہے کہ حی بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب دونوں یہودی مسلمانوں کے سب سے زیادہ حاسد تھے اور وہ لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ زہری کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف شاعر تھا اور وہ اپنی شاعری میں نبی کی ہجو کیا کرتا تھا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔"(۱۵)

اسی طرح سورۃ اخلاص کا شان نزول اس طرح بیان کیا ہے:

أن المشركين قالوا للنبي صلى الله عليه وسلم: يا محمد، انسب لنا ربك، فأنزل الله۔۔۔ أن أعرابيا جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: انسب لنا ربك. فأنزل الله، عز وجل [34]

(مشرکین نے حضور سے کہا اپنے رب کے اوصاف بیان کرو اس پر یہ آیت اتری اور حافظ ابو یعلی موصلی کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول کریم سے یہ سوال کیا اس کے جواب میں یہ سورہ اتری۔)

فقہی احکام کا استنباط:

علامہ ابن کثیر احکام پر مشتمل آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فقہی مسائل پر بحث کرتے ہیں اور اس سلسلے میں فقہاء کرام کے اختلافی اقوال و دلائل بیان کرتے ہیں، مثلاً سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 144 دیکھیں:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ [35]

((اے محمد) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیں گے تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ (نیا قبلہ) ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں خدا ان سے بیخبر نہیں۔)

اس آیت کے تحت علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقد استدل المالكية بهذه الآية على أن المصلي ينظر أمامه لا إلى موضع سجوده كما ذهب إليه الشافعي وأحمد وأبو حنيفة، قال المالكية لقوله: {فول

[34] ابن كثير، اسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم، ج:8، ص:518

[35] البقرة 144:2

وجهك شطر المسجد الحرام} فلو نظر إلى موضع سجوده لاحتاج أن يتكلف ذلك بنوع من الانحناء وهو ينافي كمال القيام. وقال بعضهم: ينظر المصلي في قيامه إلى صدره. وقال شريك القاضي: ينظر في حال قيامه إلى موضع سجوده كما قال جمهور الجماعة، لأنه أبلغ في الخضوع وآكد في الخشوع وقد ورد به الحديث، وأما في حال ركوعه فإلى موضع قدميه، وفي حال سجوده إلى موضع أنفه وفي حال قعوده إلى حجره[36]

(مالکیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نمازی حالت نماز میں اپنے سامنے اپنی نظریں رکھے نہ کہ سجدے کی جگہ جیسے کہ شافعی، احمد اور ابو حنیفہ کا مذہب ہے اس لیے کہ آیت کے الفاظ یہ ہیں کہ منہ مسجد الحرام کی طرف کرو اور اگر سجدے کی جگہ نظر جمانا چاہے گا تو قدرے جھکنا پڑے گا اور یہ تکلیف کمال خشوع کے خلاف ہوگا بعض مالکیہ کا یہ قول بھی ہے کہ قیام کی حالت میں اپنے سینہ کی طرف نظر رکھے قاضی شریک کہتے ہیں کہ قیام کے وقت سجدہ کی جگہ نظر رکھے جیسے کہ جمہور جماعت کا قول ہے اس لئے کہ یہ پورا پورا خشوع خضوع ہے اور ایک حدیث بھی اس مضمون کی وارد ہوئی ہے اور رکوع کی حالت میں اپنے قدموں کی جگہ پر نظر رکھے اور سجدے کے وقت ناک کی جگہ اور التحیات کے وقت اپنی گود کی طرف پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ یہودی جو چاہیں باتیں بنائیں لیکن ان کے دل جانتے ہیں کہ قبلہ کی تبدیلی اللہ کی جانب سے ہے اور برحق ہے کیونکہ یہ خود ان کی کتابوں میں بھی موجود ہے لیکن یہ لوگ کفر و عناد اور تکبر و حسد کی وجہ سے اسے چھپاتے ہیں اللہ بھی ان کی ان کرتوتوں سے بیخبر نہیں۔)

اسی طرح سورہ النساء کی آیت 43 کے تحت تیمم کے مسائل اور احکام ذکر کیے گئے ہیں:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ[37]

(خدا تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہ کریگا۔ لیکن پختہ قسموں پر (جنکے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا۔ تو اسکا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔

[36]ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:1، ص:461

[37]المائدہ 89:5

جب تم قسم کھالو (اور اسے توڑ دو) اور (تم کو) چاہیے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اس طرح خدا تمہارے (سمجھانے کے) لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔)

اس آیت کے تحت قصداً قسم کے سلسلے میں کفارہ ادا کرنے کے مسائل بیان کئے گئے ہیں:

امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ گیہوں تو آدھا صاع کافی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کا پورا صاع دے دے۔ ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک صاع کھجوروں کا کفارے میں ایک ایک شخص کو دیا ہے اور لوگوں کو بھی یہی حکم فرمایا ہے لیکن جس کی اتنی حثییت نہ ہو وہ آدھا صاع گیہوں کا دے دے، یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن اس کا ایک راوی بالکل ضعیف ہے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ دار قطنی نے اسے متروک کہا ہے اس کا نام عمر بن عبداللہ ہے، ابن عباس کا قول ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد گیہوں مع سالن کے دے دے، امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں لیکن سالن کا ذکر نہیں ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رمضان شریف کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو ایک کمتل (خاص پیمانہ) میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کا حکم حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دیا تھا اس میں پندرہ صاع آتے ہیں تو ہر مسکین کے لئے ایک مد ہوا۔[38]

جمہور مفسرین اور علامہ ابن کثیر:

علامہ ابن کثیر اپنی ''تفسیر'' میں متقدمین علمائے تفسیر کے مختلف اقوال کا قدر مشترک تلاش کر کے اس کو ہم معنی ثابت کرتے ہیں اور اکثر جمہور علماء اہل سنت والجماعت کے نقطہ ء نظر سے اتفاق کرتے ہیں مثلاً آیت سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 185 ملاحظہ فرمائیں:

وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ وَلِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ[39]

(اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کرلے۔ خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔ اور (یہ آسانی کا حکم) اس لیے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ خدا نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو۔)

---

[38] ابن كثير، اسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم، ج:2، ص:89

[39] البقرة 185:2

اس آیت کے تحت ابن کثیر قضاء روزوں کے مسئلہ پر جمہور کا یہ مسلک اختیار کرتے ہیں کہ قضاء روزے پے درپے رکھنا واجب نہیں بلکہ یہ مرضی پر منحصر ہے کہ ایسے روزے الگ الگ دنوں میں رکھے جائیں یا متواتر دنوں میں ۔[40]

علامہ ابن کثیر نقل وروایت میں مقلد جامد نہ تھے بلکہ ان کی تنقید وتردید بھی کرتے تھے، اس لیے وہ سلف کی تفسیروں کے پابند ہونے کے باوجود بعض اوقات ان کی آراء سے اختلاف بھی کرتے ہیں مثلاً سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 190 دیکھیں:

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ[41]

(جب وہ ان کو صحیح وسالم (بچہ) دیتا ہے تو اس (بچے) میں جو وہ ان کو دیتا ہے اسکا شریک مقرر کرتے ہیں جو وہ شرک کرتے ہیں خدا (کا رتبہ) اس سے بلند ہے۔)

اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس کی روایت بیان کی ہے کہ :

حضرت حوا کی جو اولاد پیدا ہوتی تھی وہ ان کو اللہ تعالی کی عبادت کیلئے مخصوص کر دیتی تھیں اور ان کا نام عبد اللہ، عبیداللہ وغیرہ رکھتی تھیں۔ یہ بچے مر جاتے تھے، چنانچہ حضرت آدم وحوا کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تم اپنی اولاد کا نام کوئی اور رکھو گے تو وہ زندہ رہے گا اب حوا کا جو بچہ پیدا ہوا تو ماں باپ نے اس کا نام عبدالحارث رکھا۔ اسی بناء پر اللہ نے فرمایا:"جعلالہ شر کآ ءَ فیما اتھما" اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے۔

پھر ابن کثیر لکھتے ہیں:

اس روایت کو ابن عباس سے ان کے شاگردوں مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ اور طبقہ ثانیہ کے قتادہ اور سدی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اسی طرح سلف سے خلف تک بہت سے مفسرین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے، لیکن ظاہر یہ ہے یہ واقعہ اہل کتاب سے لیا گیا ہے، اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس اس واقعہ کو ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں، جیسے کہ ابن ابی حاتم میں ہے۔ میرے نزدیک یہ اثر ناقابل قبول ہے۔[42]

اسی طرح سورۃ حج کی آیت نمبر 52 دیکھیں:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ[43]

---

[40] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:1، ص:217

[41] الاعراف 190:7

[42] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:1، ص:275

[43] الحج 52:22

(اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اس کا یہ حال تھا کہ) جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو میں (وسوسہ) ڈالتا ہے جو وسوسہ شیطان ڈالتا خدا اس کو دور کر دیتا ہے۔ پھر خدا اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے اور خدا علم والا اور حکمت والا ہے۔)

اس آیت کے متعلق ابن کثیر کو جمہور کے نقطہ نظر سے اتفاق نہیں ہے، چنانچہ تحریر آپ فرماتے ہیں:

یہاں پر اکثر مفسرین نے غرانیق کا قصہ نقل کیا ہے اور یہ بھی کہ اس واقعہ کی وجہ سے اکثر مہاجرین حبشہ یہ سمجھ کر کہ اب مشرکین مکہ مسلمان ہوگئے ہیں، واپس مکہ آگئے لیکن یہ سب مرسل روایتیں ہیں جو میرے نزدیک مستند نہیں ہیں۔ ان روایات کو محمد بن اسحاق نے سیرت میں نقل کیا ہے، لیکن یہ سب مرسل اور منقطع ہیں۔ امام بغوی نے بھی اپنی تفسیر میں ابن عباس اور محمد بن کعب قرظی سے اس طرح کے اقوال نقل کرنے کے بعد خود ہی ایک سوال وارد کیا ہے کہ جب رسول کریم کی عصمت کا محافظ خود خدا تعالیٰ ہے تو ایسی بات کیسے واقع ہو گئی؟ پھر اس کے کئی جوابات دے ئے ہیں، جن میں سب سے صحیح اور قرین قیاس جواب یہ ہے کہ شیطان نے یہ الفاظ مشرکین کے کانوں میں ڈالے، جس سے ان کو یہ وہم ہو گیا کہ یہ الفاظ آنحضور کے منہ سے نکلے ہیں۔ حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔ بلکہ یہ صرف شیطانی حرکت تھی، رسول کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔[44]

خلاصہ بحث:

- قرآن مجید کی تفہیم کے اعتبار سے عام طور پر تفسیر ابن کثیر کو سب سے بہتر سے تفسیر کہا جاتا ہے۔ آپ دوران بحث جرح و تعدیل کے اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے صحیح روایات کو نکھار کر پیش کرتے ہیں۔ بعض روایات کو ضعیف قرار دیتے ہیں جبکہ غلط اور فاسد روایتوں کی تردید کرتے ہیں۔ جبکہ بعض اوقات مختلف و متضاد روایات میں جمع و تطبیق کی کوشش کرتے ہوئے ان کے مابین محاکمہ کرتے ہیں۔
- علامہ ابن کثیر قرآن مجید کے ربط و نظم کے قائل ہونے کی وجہ سے اپنی تفسیر میں آیات کے باہمی تعلق اور مناسبت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قرآن پاک ایک مربوط منظم کتاب نظر آتی ہے۔ اگر کسی سورۃ یا آیت کا شان نزول ہے تو آپ اپنی تفسیر میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔
- علامہ ابن کثیر احکام پر مشتمل آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فقہی مسائل پر بحث کرنے کے بعد فقہاء کرام کے اختلافی اقوال و دلائل بیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ اپنی "تفسیر" میں متقدمین علمائے تفسیر کے مختلف

[44] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ج:3،ص:329

TANAZUR (Research Journal)
e-ISSN: 2790-8208 p-ISSN: 2790-8194
Volume 05, Issue 01, January-March 2024

اقوال کا قدر مشترک تلاش کر کے اس کو ہم معنی ثابت کرتے ہیں اور اکثر جمہور علماء کے نقطہ نظر سے اتفاق کرتے ہیں، تاہم بعض اوقات سلف کی تفسیروں سے استفادہ کرنے کے باوجود بعض اوقات ان کی آراء سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔

کتابیات:

- القرآن الكريم
- ابن كثير، اسماعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم، بيروت: دار الكتب العلمية1998ء